تذکرہ اسلاف

شیخ الحدیث حضرت مولانا

حافظ احمد اللہ بڈھیمالوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا سعید احمد چنیوٹی
فیصل آباد

28 نومبر 1998ء کو حضرت حافظ صاحب کی اچانک وفات نے اہل علم کو پریشان کر دیا۔ اقرباء ومتعلقین، احباب وتلامذہ کیلئے تو یہ صدمہ ناقابل تلافی تھا۔ راقم الحروف کو دور طالب علمی کے علاوہ حضرت حافظ صاحب سے چار سال تک تدریسی دورانیہ کی رفاقت رہی۔ اس لئے انہیں قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا۔ ان کی شفقت ومحبت، درویشی، تقویٰ وللھیت نے انتہائی متاثر کیا۔ ان کی وفات پر چند تاثرات قلمبند کئے ہیں جنہیں ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔

حافظ صاحب موصوف پر اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصی انعام فرمایا اور ان کو شرف عطا کیا ہے کہ ان کے تمام بیٹے ماشاءاللہ شیوخ الحدیث اور حافظ قرآن ہیں اور ان کی بیٹیاں بھی قرآن مجید کی حافظات ہیں جو کہ حافظ صاحب کیلئے عظیم صدقہ جاریہ ہے۔

حضرت حافظ صاحب کی وفات سے علمی دنیا میں بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے۔ یہ ایسا نقصان ہے جس کی تلافی اس قحط الرجال کے دور میں ناممکن ہے۔ ایسے درویش صفت منکسر المزاج، عزلت پسند، دنیا کے بکھیڑوں سے کنارہ کش ہو کر اپنی صلاحیتوں کو علمی دنیا تک محدود کرنے والے افراد کہاں ملتے ہیں۔ پوری زندگی تعلیم وتعلم میں گزری، قرآن وسنت کی تدریس سے زندگی کی سرگرمیوں کا آغاز کیا اور اختتام بھی اسی پر ہوا۔ یقیناً یہ حسن عاقبت کی علامت ہے۔ زندگی کے قیمتی لمحات مدارس اور علوم دینیہ کی خدمت میں گزرے۔ طالب علم ان کی روحانی اولاد اساتذہ ان کی برادری مدرسہ ان کا گھر تھا۔ مدرسہ کے گوشہ میں ملنے والا کمرہ ان کی خوابگاہ وہی دارالمطالعہ وہی مہمان خانہ ہوتا۔ ابتدائی چند سالوں کو چھوڑ کر ان کی پوری زندگی رحلت علمیہ کے سلسے میں ''یوما بجروی ویوما بالعقیق' کی مصداق تھی۔ وسیع اہل وعیال کثیر برادری رکھنے والا اور علاقہ بھر کے دینی اور دنیاوی معاملات میں مسلمہ قاضی، مشاغل کو نظرانداز کر کے، گھر بار کا عیش وآرام تج کر کے، مسافروں کی زندگی بسر کرے اور اس درویشی پر خوش وخرم بھی ہو۔ دور حاضر میں اس کی نظیر ناپید ہے۔ جبکہ دور حاضر میں ملازم پیشہ سینکڑوں میل سفر کر کے رات کو واپس گھر آنے کو ترجیح دیتا ہے۔ مبلغ اور خطیب خطاب سے فارغ ہو کر ایک لمحہ بھی وہاں گزارنا پسند نہیں کرتا۔ یہ علمی لگن تھی جس نے انہیں گھر بار کے آرام سے مستغنی رکھا۔ پھر اس قناعت پسندی پر خوش وخرم تھے اور زبان پر کبھی حرف شکایت نہیں۔ عام طور پر ناظمین مدرسہ اور مدرسین کی باہمی ان بن رہتی ہے۔ کچھ ناقدین اور کچھ مداحین ہوتے ہیں خصوصاً وہ مدرس جو شیخ الحدیث کی مسند پر فائز ہو اس کے شخصی وفکری میلانات ورجحانات ہوتے ہیں جن کی تکمیل وہ ضروری سمجھتا ہے۔ مرحوم نہ کبھی کسی کے حلیف رہے نہ حریف۔ اپنے علمی کام سے غرض نہ سیاسی عزائم نہ ذاتی اغراض، گروہ بندی اور پارٹی بازی میں کبھی دلچسپی نہ لی۔ ایسی شاندار اور قابل رشک زندگی گزاری جو بعد میں آنے والوں کیلئے نمونہ عمل ہے۔

ایک اچھے مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین مربی تھے۔ تعلیم سے زیادہ طلبہ کی دینی تربیت میں دلچسپی لیتے۔ انہیں شکل وشباہت، لباس طور واطوار میں اسلامی طرز عمل اپنانے کی تلقین

کرتے۔خصوصاً اقامت صلوٰۃ اور صلوٰۃ باجماعۃ کے التزام میں سختی کرتے۔ طلبہ کو فجر کے وقت خود جگاتے ان کی بلند اور بارعب آواز سن کر طلبہ بھاگ اٹھتے۔ دیگر معاملات میں طلبہ کیلئے انتہائی رحمدل، شفیق اور نرم گوشہ رکھنے والے تھے۔خصوصاً کم سن

حافظ احمد اللہ ولد قادر بخش فروری 1919 بڈھیمال میں پیدا ہوئے۔ بڈھیمال تحصیل مکسر ضلع فیروز پور مشرقی پنجاب میں ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ اس کا رقبہ چودہ پندرہ سو ایکڑ پر مشتمل تھا۔ راجپوت براوری اکثریت سے آباد تھی۔ یہاں کے رہنے

احوال الآخرت، زینۃ الاسلام انواع محمدی اور مولانا رحیم بخش کی کتابیں پڑھیں۔

پھر بڈھیمال ہی میں مدرسہ رحمانیہ میں تعلیم حاصل کی جس میں انہوں نے اپنے بڑے بھائی مولانا قدرت اللہ، اور مولانا عطاء اللہ، مولانا کریم بخش اور مولوی محمد عمر سے استفادہ کیا۔ تفسیر و حدیث کیلئے حافظ عبداللہ بڈھیمالوی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔

پوری جماعت اہلحدیث کی طرح حافظ صاحب بھی جماعت مجاہدین سے تعلق رکھتے تھے اور انگریز سے نفرت کا یہ عالم تھا کہ ان کے گاؤں میں گورنمنٹ سکول نہیں بننے دیا گیا تھا

طلبہ کیلئے انتہائی شفیق تھے۔ طلبہ کا کوئی فیصلہ ان کے سامنے آتا تو ان کی رعایت کا پہلو اختیار کرتے۔ ان کی سختی، رعب اور غصہ محض دینی امور کی پاسداری کیلئے تھا۔ بلکہ غصہ بھی دیر پا نہ ہوتا بجلی کی چمک کی طرح آنا فاناً غائب ہو جاتا۔ ظاہر و باطن یکساں تھا دور حاضر کی منافقت کا عنصر تو ان کے مزاج میں قطعاً نہ تھا کسی دوست اور رفیق کار مدرس کے خلاف کینہ پروری یا غیبت کی عادت نہ تھی۔ ان کے ساتھ قریباً پانچ سال تدریسی رفاقت کا موقعہ ملا اور مدرسہ دار القرآن کے دارالافتاء میں مل کر کام کیا۔ علم و عمر میں ان سے کم تر ہونے کے باوجود خاکسار سے کبھی امتیازی برتاؤ نہیں رکھا۔ ہمیشہ تخاطب اور معاملات میں بلند اخلاقی اور اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کیا۔ اب حافظ صاحب کے ابتدائی حالات درج کئے جاتے ہیں جن سے انکے علمی اور دینی ماحول کا پتہ چل سکے۔

ابتدائی حالات:

والے لوگ انتہائی دیندار و مخلص اور سلفی العقیدہ تھے۔ گاؤں میں دینی ماحول تھا۔ خواتین شرح صدر سے شرعی پردہ کی پابند تھیں۔ کوئی شخص بازار میں ننگے سر نہیں پھر سکتا تھا۔ ان کے جھگڑے و تنازعات علماء کرام وہیں نپٹا دیتے تھے۔ کبھی کوئی تھانے یا سرکار دربار میں نہیں جاتا تھا۔ لوگ انگریز اور اس کی تہذیب و تمدن سے انتہائی بیزار تھے۔ نفرت کا یہ عالم تھا کہ گاؤں میں گورنمنٹ سکول نہیں بننے دیا۔ جماعت مجاہدین سے انہیں تعلق خاطر تھا۔ یہاں کے علماء ہمیشہ مجاہدین سے بھرپور مالی تعاون کیا کرتے تھے۔ حضرت حافظ صاحب نے ایسے علمی اور دینی ماحول میں جنم لیا بچپن میں دو سال کی عمر میں والدہ محترمہ کی شفقت سے محروم ہو گئے۔ تو نانی صاحبہ نے ان کی تربیت کی۔ انہیں ننھیال اور دودھیال میں انتہائی محبت سے دیکھا جاتا۔ اسی بنا پر تقریباً سات آٹھ سال کی عمر میں تعلیم شروع کی۔ ابتدائی تعلیم دادا جان سے حاصل کی۔ شروع میں ترجمہ قرآن مجید،

اساتذہ کرام:

حضرت مولانا عطاء اللہ لکھوی، مولانا عبدالرحمن بن مولانا عطاء اللہ لکھوی، حضرت العلام حضرت مولانا حافظ محمد گوندلوی، حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی اور امام العصر حضرت مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی، اسی طرح دیگر اساتذہ سے حصول تعلیم کیلئے مختلف سفر کیلئے 1939 میں بیس سال کی عمر میں فراغت کے بعد گاؤں واپس آئے۔

تدریس:

تدریس کا آغاز اپنے گاؤں کے مدرسہ رحمانیہ سے کیا انہوں نے سات سال تک بغیر معاوضہ کے تدریس کی۔ ان کے دادا مرحوم خود صاحب جائیداد تھے۔ علماء اور طلبہ کی خدمت کرتے وہ یہ پسند نہ کرتے تھے کہ تعلیم کا معاوضہ لیا جائے۔ ایک مرتبہ ریاست فریدکوٹ کے چک آرائیاں میں قائم مدرسہ اسلامیہ کے مہتمم نے حضرت حافظ صاحب کو تدریس کی دعوت دی تو ان کے والد مرحوم نے محض اس لئے اجازت نہ دی کہ تنخواہ لے کر دینی تعلیم نہیں دی جا سکتی۔ اسی دوران انقلاب آ گیا۔

قیام پاکستان کے بعد چک نمبر 36 گ۔ب ضلع فیصل آباد منتقل ہوگئے۔ اور یہاں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا پھر ساری عمر اسی میں گزر گئی۔ آپ کچھ عرصہ چک کمیانہ اور جھوک دادو میں بھی مدرس رہے۔ اسی طرح ملک کے عظیم مدارس، مدرسہ دار الحدیث اوکاڑہ، جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں بطور شیخ الحدیث کام کیا۔ مدرسہ دار القرآن میں تدریسی فرائض سرانجام دیئے۔ پھر جامعہ سلفیہ سے منسلک ہوگئے۔ دوبارہ 1988 میں مدرسہ دار القرآن فیصل آباد تشریف لائے۔ فروری 1991 میں حضرت العلام مولانا عبداللہ ویروالوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد شیخ الحدیث کی مسند پر جلوہ افروز ہوئے اور تادم حیات اسی مسند سے منسلک رہے۔

اولاد:

حضرت حافظ صاحب مرحوم اس اعتبار سے انتہا کے خوش قسمت ہیں کہ علمی گھرانے میں پرورش پائی اور ساری عمر درس و تدریس میں گزری پھر اولاد کو بھی اسی راہ پر لگایا۔ مرحوم کی تمام اولاد علماء دین اور حفاظ پر مشتمل ہے۔ جو مختلف دینی مدارس اور جامعات میں مصروف تدریس ہیں۔

مولانا عبدالعزیز علوی،

شیخ الحدیث جامعہ سلفیہ فیصل آباد

مولانا حافظ عبدالکبیر

شیخ الحدیث دار الحدیث محمدیہ عام خاص باغ ملتان

مولانا عبدالعلیم

مدرس جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ

مولانا عبدالحلیم

مدرس دار القرآن والحدیث فیصل آباد

حافظ عبدالرحیم، اور عزیزم **عبدالحفیظ** حفظ قرآن مجید کے بعد مصروف تعلیم ہیں۔ مرحوم کی چھ بیٹیوں میں سے پانچ حافظہ اور عالمہ ہیں۔ چھٹی بھی تقریبا حافظہ ہے۔ بائیس تیئیس پارے یاد کئے ہیں۔

ثقاہت علمی اور قوت حافظہ

حضرت حافظ صاحب کو اللہ تعالی نے بچپن سے ہی بلا کا حافظہ عطا فرمایا تھا۔ دوران طالب علمی وہ درس نظامی کے آٹھ پیریڈ پڑھنے کے بعد نماز عصر سے متصل از خود بغیر استاد کی راہنمائی کے ایک پاؤ پارہ یاد کر لیتے۔ اسی طرح انہوں نے محدود عرصہ میں از خود ہی قرآن حفظ کر لیا۔ اس بڑھاپے میں بھی روزانہ قرآن مجید کی تلاوت کا معمول جاری رکھتے۔ مسائل علمیہ اور تاریخی واقعات پر انہیں عبور تھا۔ عند الضرورۃ متعدد احادیث کی عبارتیں مع حوالہ جات انہیں یاد تھیں۔ فتاویٰ میں بھی قدرت نے انہیں ملکہ راسخہ عطا فرمایا تھا۔ ان کے تقوی وطہارت اور علم و اتقان کی بنا پر لوگ ان کے فتوی پر اعتماد کرتے۔ انہیں شہر اور علاقہ کے مفتی کی حیثیت حاصل تھی۔

قرآن مجید کی تلاوت و احادیث کا دور اور ورد و وظائف کی کثرت ان کا یومیہ معمول تھا۔ اس کی بنا پر طلبہ میں ان کی نیکی اور تقوی کا اثر تھا۔ جسمانی قوت، وظاہری وجاہت اور آواز میں رعب و دبدبہ کی بنا پر طلبہ پر ہیبت طاری ہو جاتی۔ طلبہ کو اقامت صلوٰۃ اور امور شرعیہ کی پاسداری کیلئے۔ ترغیب و ترہیب دونوں طریقے استعمال کرتے۔

اہم واقعہ:

بڈھیمال کے مدرسہ رحمانیہ میں دوران تدریس کا ایک اہم واقعہ مشہور ہے۔ ایک بچے کو ''جن'' کی شکایت ہوگئی تو اس ''جن'' نے کہا میں اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک حافظ احمد اللہ مجھے نہیں کہیں گے۔ حافظ صاحب سے ذکر ہوا تو فرمانے لگے۔ میں جنات وغیرہ نکالنے کا کام تو نہیں کرتا البتہ آپ کے اصرار پر چلتا ہوں۔ آیات قرآنی اور آیۃ الکرسی پڑھی تو وہ جن بول کر کہنے لگا حضرت آپ کے کہنے پر چلا جاتا ہوں اس لئے کہ میرا آپ سے دیرینہ تعلق ہے۔ ایک دفعہ بچپن میں آپ کی آنکھیں خراب ہوگئیں تھیں میں نے بذات خود آپ کی آنکھوں میں دوائی ڈال کر کہا تھا ستر برس تک آپ کی آنکھیں دوبارہ خراب نہیں ہوں گی۔ اور بقول حافظ صاحب واقعتاً اس کے بعد ستر برس تک آنکھوں میں درد کی شکایت نہیں ہوئی۔ یہ ان کے تقوی وللہیت کا اثر تھا ورنہ بذات خود وہ اپنی بڑھائی پسند نہ کرتے تھے۔ جس مجلس میں بیٹھتے انتہائی سادگی تواضع اور عجز و انکساری کا مظاہرہ کرتے۔ طبیعت میں تکبر اور غرور ونخوت کا نام و نشان تک نہ تھا۔

مرض وفات:

26 نومبر 1998 مدرسہ دار القرآن کی سالانہ تقریب بخاری تھی۔ حضرت مولانا ثناء اللہ مدنی آف لاہور نے درس دیا۔ حضرت نے مکمل توجہ

بقیہ صفحہ 41 پر